



با ادب بانصیب

حضرت اقدس رائے پوریؒ کا رائے پور شریف میں آخری رمضان تھا۔ ہند و پاک کے اکثر علماء کرام، مشائخ عظام، صلحاء، حفاظ اور قراء سب حضرات شریک تھے حضرت اقدس رائے پوریؒ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اپنے حضرات کے ساتھ تشریف لائے خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا دیکھو" مجھے حضرت اقدس کے سامنے شیخ الحدیث نہ کہنا بلکہ مولوی زکریا کہہ کر بھی نہ بلانا صرف زکریا کہنا — کیا ادب تھا اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے کیونکہ گستاخی اور بے ادبی محرومی کا سبب ہے۔

۴ نومبر ۸۳ء

ہدیہ دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ـــــ محمد سعید الرحمٰن علوی

تین نجات دینے والی اور تین ہلاک کرنے والی چیزیں

عن ابی هریرة رضی اللہ تعالےٰ عنه انّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَ ثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَ اَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَ اِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ

(البیہقی فی شعب الایمان)

نجات کی خواہش ، اظہار اور ہلاکت سے بچنے کی آرزو ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے ـــــ بالخصوص ایک کلمہ گو شخص یہ چاہتا ہے اور بڑی شدت سے کہ وہ اس دنیا اور آنے والی دنیا میں سکون و طمانیت اور نجات و سعادت سے بہرہ ور ہو اور ہر نوع مشکل و پریشانی سے محفوظ رہے ـــــ گو انسان بالخصوص بندۂ مومن کو اس جہان میں مسائل و مشکلات کا واسطہ پڑتا ہے لیکن ان کی حقیقت یہ ہوتی ہے جیسے سونے کو آگ میں تپایا جاتا ہے تاکہ اس کا کھوٹ دور ہو جائے۔اسی طرح یہ مشکلات اور پریشانیاں انسان کو اسی طرح کندن بنانے کا ذریعہ ہوتی ہیں اور مسلمان تو خاص طور پر آخرت کی نجات کا زیادہ حریص ہوتا ہے اور چاہیے بھی یہی کیونکہ اس دنیا کا معاملہ ایسا ہے کہ آنکھ جھپکنے کی دیر تو یہاں رہنا ہے، یہ مختصر وقت جیسے تیسے ہو گذر ہی جاتا ہے اصل ضرورت تو اگلی لامتناہی زندگی کی ہے کہ وہ سکون سے گذرے۔

یہ ضرورت ہمارے اپنے خودساختہ نسخوں سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے اپنے خالق و مالک اور اس کے مخصوص بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی رہنمائی ہی فی الحقیقت کارآمد و مؤثر ہے ـــــ چنانچہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے اسی ضرورت کے تحت اپنی نصائح میں ایسی چیزیں بیان کیں جنہیں پلے باندھ کر خیر کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پاک کو دیکھیں اس میں ایک نسخہ شافی ذکر فرمایا گیا ہے۔جسے استعمال میں لا کر نجات کا ماحول اور ہلاکت سے بچنا ممکن نہیں بلکہ یقینی ہے کہ یہ اس امام الانبیاء اور خاتم المعصومین کا نسخہ ہے جس کی زبان سے سچائی کے بغیر کوئی جملہ نکلا ہی نہیں ـــــ آپ فرماتے ہیں :ـ

تین چیزیں نجات کا باعث و ذریعہ ہیں تو تین ہلاکت کا۔ نجات دلانے والی تین چیزیں یہ ہیں :ـ

۱۔خلوت و جلوت (ہر حال میں) اللہ تعالےٰ کا خوف (کیونکہ جلوت و ظاہر کا جہاں تک تعلق ہے وہاں انسان اپنے ہم جنسوں کی شرم کے مارے بھی ذرا محتاط ہی رہتا ہے۔اصل بات تو یہ ہے. کہ اللہ تعالےٰ کے سوا جہاں

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۱۸
۳۰ر محرم الحرام ۱۴۰۴ھ • ۴ر نومبر ۱۹۸۳ء

ـــــ رئیس الادارہ ـــــ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

ـــــ مجلس ادارت ـــــ
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع : منہاج الدین اصلاحی ، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر : مولانا عبید اللہ انور
مقام : اندرون شیرانوالہ دروازہ ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائیونڈ کا اجتماع

حضرت الشیخ مولانا محمود حسن قدس سرہٗ جنہیں شیخ الہند کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔انگریز عمائدین کہا کرتے کہ اس شخص کی بوڑھی ہڈیوں میں نہ معلوم کتنا بارود بھرا ہوا ہے؟ تحریک علمی کے مؤسس اور مادر علمی دارالعلوم کے بانی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست فقیہہ عصر مولانا رشید احمد گنگوہی کے علوم و معارف کو اس شخص نے اخذ کیا اور پھر اپنے ان مربی اور اساتذہ کے مشن کی تکمیل کے لئے جُت گیا۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ حضرت امامنا الھمام ابوحنیفہ قدس سرہٗ اور امام ابن ھمام رحمہ اللہ تعالےٰ کے بعد تیسری شخصیت سراج الہند حضرت الشاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کی تھی۔جسے قدرت نے اپنے فیض خاص سے اتنے عظیم شاگردوں کا حلقہ عطا فرمایا۔ان کے بعد یہ سعادت حضرت شیخ الہند کے حصّہ میں آئی۔انہوں نے تدریسی اور تعلیمی زندگی کے ذریعہ ایسے ایسے لوگ تیار کئے جن میں سے ایک ایک فرد اپنی جگہ مستقل ادارہ اور تحریک کی حیثیت رکھتا تھا انہی میں ایک بزرگ مولانا محمد الیاس کاندھلوی تھے جنہیں مجدد تبلیغ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

مولانا محمد الیاس کے اسلاف نے حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کی آخری آرامگاہ سے متصل بنگلہ والی مسجد میں ڈیرہ لگایا تھا جہاں دیہاتی علاقوں سے آنے والے لوگوں کا ان سے پالا پڑتا۔ان لوگوں کی حالت زار دیکھ کر ان حضرات میں ایک داعیہ پیدا ہوا جس نے آئندہ چل کر ایک منظم تبلیغی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔

مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ کی اس مہم کے متعلق مولانا تھانوی نے فرمایا تھا کہ "الیاس نے ہماری یاس کو آس میں بدل دیا"۔

اور حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی، حضرت قطب وقت الشیخ عبدالقادر رائے پوری سمیت تمام اکابر و اعیان نے نہ صرف اس مہم کو بنظر تحسین دیکھا بلکہ عملی سرپرستی بھی کی ـــــــ برکۃ العصر محدث زمن حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ العزیز تو حضرت مولانا کے قریبی عزیز تھے اور اس تبلیغی تحریک کا سارا لٹریچر قریب قریب حضرت الشیخ کا مرہون منت ہے۔ مولانا کے بعد ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس کام کو ہاتھ میں لیا اور یہ اعزاز ان کی صلاحیتوں کی بنا پر انہیں ملا جس کی توثیق وقت کے اکابر علماء اور ارباب معرفت نے کی۔ مولانا محمد یوسف کو یہ اعزاز محض صاحبزادگی کی بناء پر نہیں ملا۔ ان کے دور میں اس کام نے اس حد تک ترقی کی کہ کمیونسٹ ممالک کو چھوڑ کر کوئی ملک ایسا نہ رہا جس میں احباب جماعت نہ پہنچے ہوں۔ حتیٰ کہ یورپ میں اس کام کی داغ بیل مولانا محمد الیاس کے عزیز دوست ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم سابق صدر جمہوریہ ہند نے ڈالی۔ جو شیخ الہند کے ہاتھوں "قائم کردہ آزاد یونیورسٹی جامعہ ملیہ کے پہلے شیخ الجامعہ اور مولانا مدنی اور مولانا آزاد کے نیازمند اور عزیز دوست تھے ـــــــ مختلف ممالک میں ہزارہا افراد اس جد و جہد کے نتیجہ میں کفر کی زندگی چھوڑ کر اسلام کے دائرہ میں آئے اور ایسے تو لاکھوں کی تعداد میں ہیں جن کی زندگیوں میں عظیم الشان انقلاب آگیا۔ اور وہ عابد و زاہد بن گئے۔ مولانا جب جوان مرگی کا شکار ہوئے تو مولانا انعام الحسن امیر قرار پائے جن میں اپنے اسلاف کی گرمی نفس موجود ہے اور ان کے دور میں محض شرائط کے اندر رہ کر کمیونسٹ ممالک میں بھی احباب کا آنا جانا شروع ہو گیا۔

تقسیم ملک کے بعد تبلیغی تحریک کے ابتدائی دور کے مخلص میواتی در کر اِدھر آگئے تو ان میں سے بعض اہلِ درد نے بنگلہ والی مسجد دہلی کی طرح کا مرکز ایک غیر معروف قصبہ رائے ونڈ میں قائم کیا جو لاہور کے قریب واقع ہے ـــــــ ملک کے مختلف حصوں کے علاقائی اجتماعات کے علاوہ مرکزی اجتماع ہر سال رائے ونڈ منعقد ہوتا ہے جس میں ابتدائی حاضری تو چند ہزار نفوس پر مشتمل تھی لیکن اب اس کا شمار لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ اتنا عظیم اجتماع اور وہاں نہ کوئی ہنگامہ نہ جھگڑا ـــــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آنے والا ہر شخص دین کا درد لے کر آتا ہے ـــــــ دین کا طالب علم بن کر آتا ہے اور سیکھنے کا جذبہ لے کر آتا ہے ـــــــ جب مقصد یہ ہو تو پھر کسی قسم کے اختلاف اور جھگڑے کا سوال ہی نہیں ـــــــ ہمارے بعض کرمفرماؤں نے اپنے مذموم پولیٹیکل مقاصد کے تحت رائیونڈ میں چند سال قبل جوابی بدھ رچانا چاہا لیکن اس موقعہ پر موجود وہاں ہزاروں تبلیغی کارکنوں نے جس خلوص و محبت سے ان بھٹکے ہوئے عزیزوں کو خوش آمدید کہا اور ان کی خدمت کی اس کے نتیجہ میں وہاں کا رنگ ہی بدل گیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہزارہا افراد غلط فہمیوں کے دلدل سے نکل کر اس تحریک کے مبلّغ اور کارکن بن گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی مقصد کے لئے خلوص کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے کام میں برکت ڈالتے اور اپنی غیبی مدد سے اسے سرفراز فرماتے ہیں ـــــــ ہمارے اس دعوے کا سب سے بڑا ثبوت اس دور آخر میں مولانا محمد الیاس کا کام ہے جو تنہا کھڑے ہوئے اور آج لاکھوں لوگ مخلصانہ طور پر اس سلسلہ میں مصروف عمل ہیں۔

(باقی ۶ پر)

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب: ادارہ

حقوق العباد کی صحابہ کرامؓ کے یہاں اہمیّت

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ:

بزرگان محترم، برادران عزیز!

دو قسم کے حق ہیں جن کا ہر انسان ذمہ دار ہے۔ آپ نے اکثر ان کے متعلق سنا ہوگا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ـــــــ قیامت کے دن بھی ان دونوں قسم کے حقوق کے متعلق شدید بازپرس ہو گی اور ان کا معاملہ جب تک صاف نہیں ہوگا آدمی کسی ٹھکانے لگ نہیں سکے گا ـــــــ ہمارے بہت سے بھائی ایسے ہیں جو بظاہر حقوق اللہ کا تو بہت خیال کرتے ہیں لیکن حقوق العباد کے معاملہ میں بڑی غفلت برتتے ہیں۔ اس لئے حدیثوں میں حقوق العباد کے متعلق بڑی تاکیدیں آئی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تو بڑی ذات والے ہیں۔ غفور، مہربان، داتا، مربّی اور پالنہار سب ان کی صفات ہیں۔ حوصلہ، تحمل، بردباری ان کی شان ہے اور عفو و درگزر ان کی سنّت اور عادت ـــ اس لئے وہ اپنے معاملہ میں ایسا سخت رویّہ اختیار نہ فرمائیں گے۔ ہاں تقاضائے عدل کے پیشِ نظر دوسروں کے حقوق کی بازپرس سخت سے سخت ہو گی۔

جہاں تک ان کے اپنے حقوق کا تعلق ہے اس میں توحید کا حق ایک ایسا ہے جس کے متعلق قرآن میں وضاحت کر دی گئی کہ اس معاملہ میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ موحد بخشا جائے گا مشرک نہیں۔ یہ اٹل فیصلہ ہے۔ لیکن اس ایک حق کے علاوہ وہ بالکل بخش دیں کچھ نہ کہیں یا کچھ سرزنش کریں ـــ جو بھی کریں ان کی مرضی، لیکن حقوق العباد کا معاملہ ایسا ہوگا کہ بہت سے پابند صوم و صلوٰۃ اور مختلف نوع نیکیاں کرنے والے اپنی اَن گنت نیکیوں سے اس لئے محروم ہو جائیں گے کہ انہوں نے لوگوں کے حقوق ضائع کئے ہوں گے اور جن کے حقوق ضائع کئے ہوں گے وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ان کے خلاف چارہ جوئی کریں گے۔ جب ان کا مجرم ہونا ثابت ہو جائیگا۔ تو پھر رب العزت ان کی نیکیاں ان میں تقسیم کر دیں گے جن کے حقوق انہوں نے ضائع کئے ہونگے اسی لئے حدیث میں ایسے شخص کو مفلس فرمایا گیا ہے کہ وہ بہت سی نیکیوں کا ذخیرہ ساتھ لانے کے باوجود خالی ہاتھ رہ جائیگا۔

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر صحبتِ نبوی اور نبوی تربیت کا جو اثر تھا اس کے پیشِ نظر ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ہم ہر ایسے کام سے بچ جائیں جو کل مشکل کا باعث بنے ـــــــ اسی قسم کا ایک واقعہ ترمذی شریف میں ہے جس کو ہماری مخدومہ حضرت عائشہ طاہرہ صدیقہ سلام اللہ تعالےٰ علیہا و رضوانہ نے نقل کیا۔ فرماتی ہیں کہ :-

ایک صاحب خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگے کہ میرے بہت سے غلام اور خدام ہیں. وہ میرے ساتھ جھوٹ کا معاملہ کرتے ہیں. میرے مال میں اور میرے حقوق میں خیانت کرتے ہیں اور ہر نوع سے میری نافرمانی کرتے ہیں اس پر میں انہیں گالی بھی دیتا ہوں اور مارتا بھی ہوں — ان کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا؟ (یعنی فیصلہ کس طرح ہوگا) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر دو کے اعمال کا حساب ہوگا. وہ خیانت کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، تیری نافرمانی کرتے ہیں اس کا بھی حساب ہوگا اور تیری مار اور گالیوں کا بھی حساب ہوگا! تو جو سزا انہیں دیتا ہے اگر تو ان کی نافرمانیوں کی بقدر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا تجھے کوئی خمیازہ نہ بھگتنا پڑے گا۔ اگر تیری سزا ان کی زیادتیوں سے کم ہوگی تو اس کمی کی وہاں تلافی ہو جائے گی اور تمہیں تمہارا زائد حق مل جائے گا اور اگر تمہاری سزا زائد ہوگی تو تم سے اس کا بدلہ اور قصاص لیا جائے گا۔"

اس شخص نے یہ سنا تو ایک طرف ہو کر رونے اور چلّانے لگا (گویا قیامت کے حالات اور حساب کی کیفیت سن کر اس پر شدید گریہ طاری ہو گیا) — حضور علیہ السلام نے پھر اس سے فرمایا۔ کہ میرے عزیز! تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی (سورۂ انبیاء میں ہے جس کا ترجمہ ہے)

"اور ہم قائم کریں گے قیامت کے دن انصاف کی میزانیں پس نہیں ظلم ہوگا کسی نفس پر کچھ بھی، اور اگر ہوگا کسی کا عمل یا حق رائی کے ایک دانہ کے برابر ظاہر کریں گے ہم اس کو بھی، اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے۔"

اس نے آخر میں یہ سب سن کر فیصلہ کیا کہ ان کے حق میں اور خود میرے حق میں مفارقت اور جدائی سے بہتر کوئی چیز میں نہیں پاتا اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

(حدیث ختم)

کتنا صحیح اور درست فیصلہ تھا اس شخص کا، سچی بات یہی ہے کہ محاسبۂ آخرت کا تصوّر سامنے رہے تو آدمی معاملات کی دنیا میں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی فکر کرتا ہے کہ اسی میں عافیت اور خیر ہے۔

بقیہ : اداریہ

جو لوگ آج کسی بھی مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں انہیں دو باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے ایک تو مقصد صحیح ہو دوسرے نیّت بخیر ہو اور ان دونوں کے بعد کام کرنے کا انداز اور طریق درست ہو۔ جب ان باتوں کا اہتمام ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل حال ہو کر انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دے گی۔ علی الخصوص مولانا محمد الیاسؒ کے علمی اور عرفانی سکول سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو آج کی زبوں حالی کا علاج انہی ہتھیاروں سے کرنا چاہئے۔ جن پر چل کر ان کے اسلاف اس مقام پر پہنچے۔

ہماری دعا ہے کہ رب العزت رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۴-۵-۶ نومبر کو اپنے نبی کی امت کی بہتری کا ذریعہ اور اسے اسلامی تعلیمات کے پھیلاؤ کا مؤثر ذریعہ بنائے۔

اللّٰھم تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم۔

علو

۲۵ محرم ۱۴۰۴ھ

بقیہ : احادیث الرسولؐ

کوئی دیکھنے والا نہ ہو وہاں اس کا ڈر پاس رہے اور انسان احتیاط کا دامن نہ چھوڑے۔

دوسری چیز جو نجات کا ذریعہ ہے وہ ہے خوشی اور غصّہ ہر حال میں حق بات کہنا (جب لوگوں میں سے کسی سے ناراضی کا مرحلہ آ جاتا ہے تو بہت سے لوگ سچائی کے علمبردار بن جاتے ہیں لیکن حالات نارمل ہوں اور تعلقات صحیح ہوں تو پھر کئی ایک ایسے ہوتے ہیں جو سچائی سے گریز کرتے ہیں محض اس لئے کہ تعلقات پر برا اثر نہ پڑے۔ مزہ تب ہے کہ انسان سچائی کو مقدم رکھے۔ اور اگلے حالات کی مطلقاً پرواہ نہ کرے)

تیسری بات ہے خوشحالی اور تنگدستی میں میانہ روی کا رویہ اختیار کرنا (تنگدستی میں تو لوگ بالعموم اس کا لحاظ کرتے ہی ہیں کہ مجبوری ہے لیکن اچھے دن آئے دولت کی ریل پیل ہوئی تو پھر نمائشی دھندے شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ جس طرح ایسے دن آتے دیر نہیں ہوتی جاتے ہوئے بھی دیر نہیں ہوتی۔ اس لئے دونوں حالتوں میں یکساں نیت ضروری ہے)

تین چیزیں جو باعث ہلاکت ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کا غلام و بندہ بن کر رہ جائے۔ دوسری یہ ہے کہ بخل کا طریق اختیار کرلے۔ اور پھر اس کے تقاضوں پر چلے۔ تیسرے یہ کہ خود پسندی کا شکار ہو جائے۔

اور آخر میں حضور علیہ السلام نے خود پسندی کے متعلق فرمایا کہ ان تین باعث ہلاکت چیزوں میں سب سے مہلک چیز یہی خود پسندی ہے (کیونکہ اس مرض کا مریض اپنی بیماری کے احساس سے محروم ہوتا ہے اور جو بیماری سے سے محروم ہے وہ علاج کا خاک خیال کرے گا۔ اس لئے پہلے بیماری کا احساس ضروری ہے اور پھر اس کے علاج کے اہتمام کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان اپنی ہستی کے معاملہ میں مفت کے تانے بانے بُن کر برباد نہ ہو جائے، نہیں اسے خیال کرنا چاہئے کہ میں نہ کچھ تھا نہ کچھ ہوں — کہ اللہ بس باقی ہوس)

بقیہ : تعارف و تبصرہ

زیادہ بین الاقوامی سامراجی مفادات کے حامل ہیں۔ اس قسم کی باتیں اچھی کتابوں کے حق میں ریشم میں ٹاٹ کے پیوند کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ بہرطور مجموعی طور سے کتاب خوب ہے اور شیخ بن عبدالوہاب، سعودی خاندان اور سعودی حکومت کی لحظہ بہ لحظہ ترقی وغیرہ معاملات کو سمجھنے کے لئے بڑی مفید ہے۔ اس کاوش پر وہ مستحق تبریک ہیں۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

ضروری ہے۔

جینے کو سب جی لیتے ہیں اور اپنا مقررہ وقت گذار کر چل پڑتے ہیں۔ اصل جینا وہ ہے جو مانند خورشید ہو۔ انسان اتنا اجلا اور صاف ہو کر کوئی لب کشائی نہ کر سکے اور کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

بقیہ : از صفحہ ۲۴

صحت یابی کا خیال اور اس کی خوشی میں مذکورہ رسومات بے بنیاد و بلاسند ہیں۔ معتبر کتب فقہ و تواریخ و سیرت کے خلاف ہیں بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ یہودیوں نے اس دن خوشی منائی تھی۔ البتہ بعض حوالوں سے یہ ضرور ثابت ہے کہ حضرت زین العابدینؒ کربلا سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ میں کچھ عرصہ بیمار رہے پھر صفر کے آخری بدھ کو انہوں نے غسل صحت فرمایا تھا ہو سکتا ہے اسی غسل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو تاکہ آخری بدھ کے لئے کوئی سند رہ جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیرت و عمل کا نفاق

چار بری عادتیں جو منافقت کا باعث بنتی ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

محترم حضرات و معزز خواتین !

قرآن عزیز میں جن مختلف طبقوں کا ذکر ہے۔ ان میں ایک طبقہ منافقین کا بھی ہے۔ ابتدا سے آخر تک قرآن میں جا بجا اس طبقہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا لب و لہجہ ان کے معاملہ میں بڑا سخت اور غضب ناک ہے۔ دراصل نفاق نام ہے قول و عمل کے تضاد کا، اور یہ بات غضب خداوندی کا سب سے بڑا باعث بنتی ہیں ــــــ سورۂ صف میں ہے :-

"اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کے اعتبار سے یہ بات نہایت سخت اور بہت بڑی ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہیں کرتے۔" (مفہوم)

قرآن عزیز کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں اس کردار کے مالک لوگوں کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ اور ان پر شدید نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔

دو قسم کا نفاق

علمار کرام کی تصریحات کی روشنی میں ایک تو اصلی اور حقیقی نفاق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی نے دل سے تو اسلام قبول نہ کیا ہو بلکہ دل سے اس کا شدید منکر و دشمن ہو لیکن نظر بہ ظاہر اسلام کا دعویدار ہو۔ اس قسم کا نفاق بدترین قسم کے عذاب آخرت کا ذریعہ بنے گا۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں ہے کہ :

"یہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔"

اسی قسم کے لوگوں کے متعلق حضور علیہ السلام کو تاکید کی گئی کہ ان کا جنازہ پڑھنا اور ان کی قبر پر دعائے مغفرت کو کھڑا ہونا دونوں ہی باتیں صحیح نہیں اور آپ کو اس کی اجازت نہیں ــــــ حتیٰ کہ اگر آپ ان کے لئے بار بار مغفرت کریں۔ تو رب العزت انہیں نہیں بخشیں گے (توبہ) اس قسم کے منافقین سرکار دو عالم علیہ السلام کے دور میں تھے۔ ان کی حرکات اللہ رب العزت خوب جانتے اور وحی کے ذریعہ حضور علیہ السلام کو آگاہ فرما دیتے۔ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہے اور اس نفاق کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے اس ضابطہ و عنوان سے کسی کو منافق کہنے کی اجازت نہیں۔ ہاں دوسری قسم کے منافقین بہت ہیں اور وہ وہ ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ان میں ایسے رذائل اور عادتیں ہوتی ہیں جو مسلمان کے شایان نہیں بلکہ انہیں منافقین سے خاص مناسبت ہوتی ہے، ایسی عادات میں سے کوئی عادت کسی مسلمان میں ہو تو اس کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ اس میں فلاں منافقانہ عادت ہے۔ لیکن اگر کسی میں بدنصیبی اور بدبختی سے ساری عادتیں جمع ہو گئیں تو یوں کہا جائے گا کہ اپنی سیرت اور کردار کے اعتبار سے یہ پورا منافق ہے۔

منافقانہ عادتیں

آئیں اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے سوال کریں کہ وہ کون سی عادات ہیں جو نفاق سے مناسبت رکھتی ہیں اور جن سے ایک مسلمان کا کوئی تعلق نہ ہونا چاہیئے۔ سو اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت امام بخاری اور امام مسلم قدس سرھما نے نقل کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے چار باتوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ :-

"جس میں یہ چاروں جمع ہو جائیں وہ تو خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہو وہ اسی اعتبار سے ایک عادت کا حامل شمار ہوگا اور اسی حال میں رہے گا تاوقتیکہ اس کو چھوڑ دے۔"

وہ چار عادتیں جنہیں نبی مکرم، رسول رحمت، خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ذکر کیا ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے امین بنایا جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ دوسری یہ کہ بات کرے تو جھوٹ بولے، تیسری یہ کہ جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ چوتھی یہ کہ کسی سے جھگڑا ہو جائے تو بدزبانی پر اتر آئے۔

امانت اور خیانت

اس ارشاد میں پہلی بات امانت کی ذکر کی گئی ہے جس کا بالعموم ہمارے یہاں مفہوم محض روپیہ پیسہ کی حفاظت شمار ہوتا ہے لیکن حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قومی اور ملی ذمہ داری اس میں شامل ہے ــ مشہور حنفی محدث حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امانت، خطابت، قضا، تدریس، تزکیہ اور حکومتی عہدہ و مناصب سب اس میں شامل کئے ہیں ــ کیونکہ جب کوئی کسی کو امام و خطیب بناتا ہے یا اپنی اصلاح کے لئے اس سے وابستہ ہوتا ہے یا حصول علم کے لئے کسی کی شاگردی اختیار کرتا ہے یا مقدمہ کے فیصلے کے لئے اس کے عدالتی اختیارات پر اعتماد کرتا ہے یا کوئی بھی سرکاری، قومی اور ملی ذمہ داری اسے سونپتا ہے اور اس نے وہ ذمہ داری قبول کر لی تو دیانت کے طور پر اس پر لازم ہے کہ اس کا حق ادا کرے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریق سے پورا کرے ــ اگر لوگ نا اہل کو ذمہ داری سونپیں تو جہاں لوگ مجرم ہیں وہاں یہ بھی مجرم ہے کہ معذرت کر دے لیکن اگر لوگوں نے اہل سمجھ کر ذمہ داری سونپی اور پھر اس نے اسے نہ نبھایا تو اس نے مومنانہ نہیں منافقانہ کردار اپنایا۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا قیامت کب آئیگی؟ آپ نے فرمایا جب امانتیں ضائع کی جانے لگیں۔ تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"ذمہ داریاں نا اہل لوگوں کے سپرد کر دینا امانتوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔"

سچ اور جھوٹ

دوسری بات حضور علیہ السلام نے جھوٹ سچ کی کہی۔ ہر کسی کا فرض ہے کہ جب بولے سچ بولے ورنہ چپ رہے اور جو بولتا بھی ہے لیکن سچ نہیں وہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق منافقت کی راہ پر چلتا ہے۔ حدیث میں ہے جھوٹ ہلاکت کا باعث ہے اور سچائی نجات کا ذریعہ۔ اس معاملہ میں اسلام کی نزاکتِ حس کا یہ عالم ہے کہ اگر ماں بچہ کو چپ کرانے کی غرض سے یا اپنے پاس بلانے کی غرض سے کسی چیز کا لالچ دے اور پھر وہ چیز بچہ کو نہ دے تو اسلام اسے بھی جھوٹ اور بددیانتی سے تعبیر کرتا ہے۔

سچ بالعموم کڑوا ہوتا ہے لیکن اس کا ثمر میٹھا ہوتا ہے پنجابی کہاوت ہے "سچ دے بیڑے پار"۔ واقعہ یہی ہے کہ سچ ہی میں نجات ہے۔ اور ابتدا میں سچ کے سبب جو تلخی ذہن میں ابھرتی ہے۔ حقیقت حال کے کھل جانے کے بعد وہ تلخی شیرینی میں بدل جاتی ہے اور انسان خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری صحیح رہنمائی کی۔

عہد اور بدعہدی

اپنی زندگی میں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر انسان کو بارہا دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے اور وہ عہد و معاہدہ کرتا ہے۔ نظم کائنات اور حیات اجتماعی کے یہ ناگزیر تقاضے ہیں جن سے انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں سے لے کر والدین بہن بھائیوں، اعزا و اقربا اور برادری و قوم حتیٰ کہ اس سے آگے بھی اس قسم کے مراحل آتے ہیں۔ نادانستہ ان کی خلاف ورزی ہو جائے تو پھر آدمی اگلے کو مطمئن کر دے تو بات بن سکتی ہے اور مواخذہ سے بچ سکتا ہے لیکن اگر دانستہ ایسا ہو تو سوچیں کہ ایسا انسان کس شمار میں ہوگا۔ مشہور بات ہے کہ "قول مرداں جان دارد" انسانی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ جو منہ سے نکل گیا پھر اس کو پورا کیا جائے۔

جھگڑا اور بدزبانی

چوتھی بات حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ جھگڑا ہو جائے تو بدزبانی پر اتر آئے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا ہو جانا یا اختلاف ہو جانا بری بات نہیں اور تاریخ اسلام کی مسلّم شخصیات کے اختلافات بھی ہمارے سامنے ہیں۔ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت اختلافات صحابہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ حضرات محدثین اور ائمہ مجتہدین کے اختلاف کی ایک مستقل کہانی ہے لیکن اصل قصہ تو یہ ہے کہ اختلاف کے باعث بدزبانی، دوسرے کی تحقیر و اہانت نام کو نہیں ملے گی بلکہ احترام، باہمی محبت ساری باتیں نظر آئیں گی اور یہی اختلاف رحمت کا باعث ہوتا ہے۔ جس میں امت، قوم، برادری اور کنبہ کے لئے سہولت کے کئی راز مضمر ہوتے ہیں لیکن منافقانہ سیرت کا حامل انسان وہ بدزبانی، تحقیر، بدگوئی، فحش کلامی اور گالی گلوچ پر اتر آتا ہے چونکہ اس کی پٹاری میں دلیل و برہان کا کوئی تیر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈوں سے اپنی ساکھ بنانے کی فکر کرتا ہے جس سے ساکھ بنتی نہیں مزید بگڑتی ہے۔ وقتی طور پر کسی کی واہ واہ ہو جانا کوئی مسئلہ نہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے حضور سرخرو ہو جائے۔ اس سرخروئی کے لئے اہل ایمان کی طرح جینا اور مخلصان بارگاہِ الست کے کردار کی نقالی

(باقی ۷ پر)

آہ! پروفیسر محمدؐ سرور

شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیر اہتمام ہر انگریزی مہینے کے دوسرے ہفتے کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کی لائبریری میں فکری نشست ہوتی ہے۔ جس کے مستقل میر مجلس مولانا عبیداللہ انور ہیں۔ ہر ماہ کوئی نہ کوئی اہل علم و قلم اپنا مقالہ پڑھتے ہیں۔ اکتوبر کی مجلس میں خود مولانا عبیداللہ انور نے پروفیسر محمد سرور صاحب کے متعلق مقالہ پڑھا جو انہی کی تحریر میں پیش خدمت ہے۔ (علوی)

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

سرورؔ مرحوم علم و دانش کے مہر تاباں ولی اللہی علوم و معارف کے غواص عربی اردو کے فطری ادیب اور وسیع النظر عالم اور محقق تھے شورش کاشمیری نے ایک بار لکھا تھا کہ پاکستان میں جو دو چار پڑھے لکھے ہیں سرورؔ ان میں سے ایک ہیں وہ دو اور دو چار کی طرح بات کرتے ہیں انہیں مشکل ترین مضمون کو آسان زبان میں لکھ کر دل میں اتارنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے اس سلسلہ میں ان کے آئیڈیل ادیب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں تھے جن سے سرورؔ کو بڑی عقیدت و محبت تھی مرحوم آغا شورش نے ایک بار مجھ سے کہا تھا جیل کی تنہائیوں میں سرورؔ کی کتابوں نے فلسفہ شاہ ولی اللہ اور مولانا سندھی کے افکار و نظریات سے مجھے صحیح معنوں میں متعارف کرایا اور میں اس بارے میں ان کا ہمیشہ ممنون احسان رہوں گا مرحوم سادگی پسند منکسر المزاج کم گو اور کم آمیز بزرگ تھے لیکن شرافت و انسانیت کے پیکر بیدار مغز مطالعہ و مشاہدہ کے دلدادہ اور انتھک کام کرنے والے تعصب و تنگ نظری انہیں چھو کر نہیں گئی تھی وہ آخر تک اپنے آپ کو ایک طالب علم ہی تصور کرتے تھے جدید و قدیم عربی اردو ادب سیاست و معاشرت اور تاریخ و ثقافت پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اور حافظہ بلا کا پایا تھا ان کی کچھ یہی خوبیاں تھیں جن کی بنا پر مشہور ادیب و مورخ جناب سید ہاشمی فرید آبادی جب ۱۹۳۸ میں حج کو گئے تو وہاں مولانا سندھی سے حجۃ اللہ البالغہ کے بعض مقامات کی تشریح سننے کے بعد سرشار و مسرور دلی واپس آئے تو جامعہ ملیہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین شیخ الجامعہ کو مولانا سندھی کا ایک پیغام دیا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے بھی درخواست کی خدا معلوم مولانا وطن واپس آسکیں گے یا نہیں بہتر یہی ہے کہ جامعہ کے ایک استاذ کو امام ولی اللہ کی فلاسفی پڑھنے کے لئے مکہ مکرمہ مولانا کی خدمت میں بھیج دیا جائے ذاکرؔ کو یہ تجویز پسند آئی کیونکہ اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند سے عقیدت و محبت اور ان کے مشن سے تعلق کا یہی تقاضا تھا اس مقصد کے لئے انہوں نے پروفیسر محمد سرورؔ کو منتخب کیا جامعہ میں عربی زبان و ادب کے ماہر اور جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل یہی ایک استاد تھے چنانچہ ذاکرؔ نے مولانا عبید اللہ سندھی کے نام ایک خط بھی لکھ دیا اور فرمایا جلدی روانہ ہو جاؤ حج کی سعادت سے مشرف ہوگے اور مولانا کی زیارت اور ان کے افکار سے استفادے کا موقعہ بھی میسر آئے گا سرورؔ کی خواہش یہی تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں بھی مولانا سے مستفیض ہوئے اور مراجعت وطن کے

یہاں بھی پانچ برس تک مولانا سے شاہ ولی اللہ کی کتابیں تحقیق و محنت سے پڑھتے رہے
اور ان کے افکار و خیالات کے استفادہ میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اس دوران میں بھی امام ولی اللہ
پر مولانا سندھی پر برابر لکھتے رہے بعد میں شاہ صاحب کی بعض کتابوں کے انہوں نے نہایت عمدہ تراجم کئے
اور خود مرحوم کی تصنیف "ارمغان شاہ ولی اللہ" اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے جو شاہ ولی اللہ
کی کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ کہنا چاہئے اور علوم قرآنی کے طلبہ کے لئے تو وہ ایک نعمت ہے ایسے ہی
مولانا سندھی پر "افادات و ملفوظات" اور "مولانا عبید اللہ سندھی" نام کی دو کتابیں لکھ کر تو انہوں نے امت پر
احسان عظیم کیا ہے ابھی دنوں نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں محمد شفیع م نے صحیح لکھا کہ مرحوم
نے مولانا کے خیالات کو آج کے قومی اور عالمی حالات کے پس منظر میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے اگر
یہ کتاب انگریزی میں لکھی جاتی تو آج سارے عالم اسلام میں اس کی دھوم مچ گئی ہوتی - ۱۹۴۳ء میں جب یہ
کتاب چھپی تو ڈاکٹر مرحوم نے اسے پڑھ کر فرمایا سرسید رح کی لائف "حیات جاوید" میں نے کئی بار پڑھی ہے لیکن
یہ کتاب پڑھنے کے بعد اب مجھے وہ ایک مرتبہ محسوس ہوتی ہے اس کتاب میں روشنی پیغام امید
اور زندگی کی امنگ دکھائی دیتی ہے" اس کا منظر عام پر آنا تھا کہ پورے ہندوستان میں ایک تہلکہ مچ گیا
جماعت اسلامی نے تو آسمان سر پر اٹھا لیا میرے سامنے ملک نصر اللہ خان عزیز نے مولانا سندھی سے پوچھا
اس کتاب کے بارے میں خود آپ کی کیا رائے ہے مولانا نے فرمایا پروفیسر م نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ
میرے افکار و خیالات سے متصادم کوئی چیز اس میں نہ آنے پائے ظاہر ہے خیالات تو میرے ہی ہیں لیکن زبان و
بیان مرحوم کا ہے" اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں اس کتاب نے دوست دشمن پر اپنے
اثرات چھوڑے اور طلبا برادری کو تو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اس کے مطالعہ سے طلبہ اپنے دل میں شوق تحقیق و
تجسس کے سوتے پھوٹتے ہوئے محسوس کرتے اور کائنات کے جدید علوم سے دامن بھرنے اور نئے افق
سر کرنے کی اپنے اندر لگن پاتے اس کے برعکس کچھ لوگ اس کے بعض مندرجات سے پریشان ہوگئے
اس علمی جلی فضا میں ایک روز دیوبند کی جامع مسجد میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی تقریر کرتے ہوئے فرمانے
لگے کاش یہ کتاب میں نے یا مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے مرتب کی ہوتی تو گرد و غبار کی یہ آندھی کبھی نہ اٹھتی
ہم افسوس کے لہجے میں فرمایا ہماری سستی اور اغیار کی چستی نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے اس سے ہمیں
سبق حاصل کرنا چاہئے انہیں دنوں اگست ۱۹۴۴ میں عین مولانا سندھی کی وفات کے مہینہ جب کہ
مولانا کے عزیز و اقربا اور شاگردوں کے دل زخمی تھے معارف اعظم گڑھ میں مولانا مسعود عالم نے اس
کتاب پر ایک دل آزار اور گمراہ کن تنقید لکھی اس کے جواب میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے
جن کا مولانا سندھی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا ہے برہان دہلی میں ایک "تبصرے پر تبصرہ" کے عنوان
سے ایسا دندان شکن جواب دیا جس پر آج تک کسی کو ایک حرف لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی
چنانچہ وہ علمی و تحقیقی بلکہ ایک لحاظ سے تاریخی مضامین "مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد" کے
عنوان سے کتابی صورت میں اسی وقت چھپ گئے تھے اب سنا ہے امریکہ میں ان کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ
گیا — بہرحال میں قدرت کی اس بے نیازی پر حیران ہوں کہ علم و ادب کی یہ عظیم خدمت
اس نے کس کے سپرد کی جس کا کوئی علمی پس منظر نہیں مرحوم کا تعلق گجرات کے ایک
گھرانے اور پس ماندہ علاقے سے ہے وہ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے اور ستمبر ۸۲ میں ایک کم ۸۰
سال کی عمر میں عالم بقا کو سدھارے انہوں نے پانچویں جماعت اپنے گاؤں کے سکول میں پاس کی
دسویں تک شہر گجرات میں پڑھا مزید تعلیم کے لئے مسلمانوں کے اس وقت کے سب سے بڑے
علمی و تہذیبی مرکز جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلہ لیا عربی میں بی اے آنرز کر کے تکمیل تعلیم کے لئے
عازم مصر ہوئے ساڑھے تین برس تک قاہرہ میں زیر تعلیم رہے داخلہ تو جامع ازہر میں لیا
تھا اور وہیں تعلیم بھی مکمل کی لیکن جامعہ مصریہ میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور الاستاذ احمد امین کے لیکچر پابندی
[illegible] الاہرام محمد حسین ہیکل ، فرید وجدی اور دوسرے

اہل قلم کے مضامین دلچسپی سے مطالعہ کرتے رہے — وہاں سے واپسی پر مولانا ظفر علی خان نے اب
کو زمیندار کا ایڈیٹر مقرر کر دیا جہاں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا لیکن ابھی چند ماہ ہی گزرے
تھے کہ جامعہ ملیہ دہلی میں بطور پروفیسر ان کا تقرر ہو گیا وہاں بڑے شوق سے تعلیمی خدمات انجام
دے رہے تھے کہ قدرت نے سفر حجاز کا بندوبست کر دیا — حرمین شریفین سے واپسی پر انہیں ولی اللہی
علوم کو عام کرنے کی لگن لگ گئی اس مقصد سے انہوں نے مستقل طور پر صحافتی زندگی کو اپنا لیا تقسیم
برعظیم کے بعد پہلے امروز کے ایڈیٹر بنے غالباً پالیسی اختلاف کی وجہ سے الگ ہو کر کچھ عرصہ بعد
ہفت روزہ آفاق نکالا جو جلد ہی روزنامہ میں تبدیل کیا پروفیسر مرحوم نے اس پرچہ میں سرمایہ دارانہ
استحصالی نظام معاشی عدم توازن بالخصوص بندہ مزدور کے اوقات کی تلخی کو شیرینی میں بدلنے کے لئے قلم کے خوب
جوہر دکھائے اور زرعی زمین کی تحدید جسے اب تمام سیاسی جماعتوں اور حکومت نے اپنا لیا ہے یہ
دراصل انہیں کے علم و قلم کا مرہون احسان ہے انہوں نے آفاق میں اس پر تابڑ توڑ حملے
کئے اس سلسلہ میں ربوہ پر مدار المہام اور امیر جماعت اسلامی پر دلائل کا جس طرح تار و پود بکھیرا وہ
اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے اصل میں ان کے لکھنے کا مقصد تھا جو لکھانا جسے انہوں
نے ہر دور میں ہر قیمت پر ادا کیا انہوں نے بلاشبہ قلم کو نئی رفعتیں بخشیں وہ جتنا سادہ لکھتے اتنا ہی
ذہن کو متاثر کرتا یوں معلوم ہوتا جیسے بھاری بھر کم الفاظ استعمال نہ کرنے کی انہوں نے قسم کھا رکھی ہے
مرحوم کا تعلق تو پرانی نسل سے تھا لیکن لکھتے وہ نئی نسل کے لئے تھے اور زیادہ تر فائدہ بھی اس سے
آئندہ نسلیں ہی اٹھائیں گی میرا گمان ہے مستقبل میں ان کی تحریریں اور مقبول ہوتی جائیں گی کیونکہ یہ کوئی
وقتی باتیں یا سطحی نظریات نہیں یہ دراصل مولانا سندھی کے برسوں کے تجربات اور شاہ ولی اللہ کی
مجتہدانہ تعلیمات پر مبنی ہیں جن کی ضرورت جوں جوں زمانہ گزرے گا اور بڑھتی جائے گی ان کے مضامین
نفسیاتی حقیقت پسندی جھلکتی ہے جسے فنکارانہ انداز میں برتنا انہیں خوب آتا تھا وہ الفاظ کے
طوطا مینا بنانے کے خلاف تھے وہ مسائل کو حقیقت کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے اور فطری انداز میں ان
کے حل کرنے کو ترجیح دیتے تھے وہ مسائل سے آنکھیں موندنے کے حق میں نہ تھے بلکہ مردانہ وار ان کے مقابلہ
کی ترغیب دلاتے انہوں نے ایک بھرپور منفرد اور متنوع زندگی گزاری ان کی ذات میں کئی پہلو سمٹ
آئے تھے وہ صحافی محقق انشا پرداز مترجم دینیات کے ماہر تاریخ اور فلسفہ تاریخ پر عمیق نگاہ رکھنے
والے استاد تھے اسلام کے عروج و زوال اور اس کے اتار چڑھاؤ پر غور و فکر کرنے کی صلاحیت انہیں
اپنے اساتذہ سے وراثت میں ملی تھی وہ دیکھنے میں سادہ پنجابی نظر آتے لیکن دلی کی روزمرہ
اُجلی زبان بے تکان لکھتے جو خود وہاں کے ادیبوں کو نصیب نہیں انہوں نے بہت کچھ لکھا اور
بہت کچھ لکھنے کی آرزو دل میں لے کر چلے گئے ماہنامہ الرحیم حیدر آباد فکر و نظر اور الزکوٰۃ
اسلام آباد خصوصاً آفاق کے پرانے فائلوں سے اگر ان کے مضامین یکجا کئے جا سکیں تو یہ
ایک بڑی مفید خدمت ہوگی گزشتہ دنوں پروفیسر مرحوم جب آخری مرتبہ شیرانوالہ گیٹ تشریف
لائے تو میں نے "مولانا سندھی کا آخری سفر دیوبند" انہیں اپنا ایک مضمون پڑھ کر سنایا اور ساتھ ہی
پروفیسر محمد اسلم م کی نئی تالیف "مولانا عبید اللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات" کے چند نسخے ہدیۃً
پیش کئے جنہیں پا کر بہت ممنون ہوئے، میرے مضمون کا ایک جملہ کہ مولانا سندھی نے فرمایا "بے شک انسان
اپنی عمر طبعی گزار کر رخصت ہو جاتا ہے لیکن ہر شخص اپنے عمل کے خیر و شر میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے" سن کر اپنے
اپنی زبان سے دہرایا اور وداعی معانقہ و مصافحہ کرتے وقت مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کہہ رہے ہوں
"چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں" اور یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ حسن و توانائی کے مظہر پروفیسر محمد سرور

کی جگہ نحیف و نزار سرورِ مرحوم نے لے لی ہے اب ان کی صحت کروٹیں لگ چکا تھا — وصال سے کچھ روز پہلے کوئی دو تین روز پہلے ماہنامہ الزکوٰۃ میں ان کا آخری ایڈیٹوریل پڑھ کر دلی مسرت ہوئی کہ اسلام کے عملی نفاذ اور وطن عزیز کے لیے والوں کی ترقی و خوش حالی سے انہیں کس درجہ لگاؤ ہے جو انہیں اس عمر میں بھی بے چین کئے ہوئے ہے

بظاہر سرورِ مرحوم نے اپنے صاحبزادہ کو ملنے کے لئے دوبئی کا رخت سفر باندھا لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ وہ سفر آخرت پر روانہ ہو رہے ہیں انہوں نے دوبئی میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا لیکن جس سرزمین میں اس مردِ حق آگاہ نے جنم لیا اور جہاں علم و حکمت کی شمع روشن کی آخر اس دھرتی نے اپنی گود میں کھینچ بلایا اور آج وہ اسی تاریخی شہر میں ابدی نیند سو رہے ہیں رحمۃ اللہ علیہ واسعاً کثیراً سرورِ مرحوم جیسے ذہین و فطین انسان دوست آفاق گیر اور علم و دانش کے رسیا روز روز نہیں پیدا ہوتے ان کا اس بزم علم و ادب سے اٹھ جانا کوئی معمولی بات نہیں ان کے علم و فکر کے ڈانڈے بلند پایہ مفکرین اسلام سے جا ملتے ہیں اور اس سلسلہ میں دورِ خلافت راشدہ بنو امیہ بنو عباس تاریخ اسلام عہد بہ عہد ترقی و تنزل نیز برعظیم میں مسلم دور کی داستان اور مفکرین عالم اسلامی کے افکار و نظریات پر انہیں پورا عبور حاصل تھا اور اپنی کتابوں میں انہوں نے اس پر بے لاگ تبصرے بھی کئے ہیں جس کے اثرات دور رس ہوں گے۔

میرے نزدیک وہ اسلام کی متاع بے بہا تھے طلباء علوم اسلامی اور عام شائقین علم و فن اور خاص طور پر جویان حق صداقت ضرور اس سے استفادہ کریں گے سرورِ مرحوم ان میں تھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے

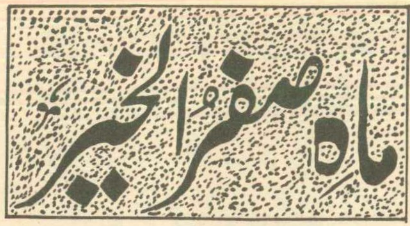
عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

وہ خود تو ہمیشہ خزاں کا ستم سہتے رہے لیکن ہمارے لئے پوری جانفشانی سے بہاریں تلاش کرتے رہے ان کے اس جہان رنگ و بو کو خیرباد کہہ دینے سے علم و ادب کی مانگ اجڑ گئی ہے اس کا حسن لٹ گیا ہے خوشبو ماند پڑ گئی ہے ایسے روشن ستارے آسمان علم و حکمت پر کبھی کبھی ابھرتے ہیں اور دکھ اس بات کا ہے کہ اب وہ ستارہ فلک کے دریچوں سے کبھی نہیں جھانک سکے گا

سرورِ مرحوم فطرت کا ایک عطیہ تھے جن کی دریافت مولانا سندھی ہیں اور مولانا سندھی نے ہمارے لئے شاہ ولی اللہ کو دریافت کیا اور شاہ ولی اللہ نے خیر القرون سے لے کر اپنے دور تک اسلام کی فلاسفی کو جس طرح مدون کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اپنے محسنوں کی کبھی قدر نہیں کی جس کی سزا بھی انہیں ملتی لیکن اب وہ دور جلد آ رہا ہے کہ امام ولی اللہ کے افکار و آراء اور ان کے ذہنی کمالات کی مہر منکر اسلام کے نظریات پر ثبت نظر آئیں گی انشاء اللہ العزیز۔

سرورِ مرحوم کا انتقال جہاں فکر ولی اللہی کے قدر شناسوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے وہاں علم و ادب کے لئے بھی ایک بہت بڑا المیہ ہے انہوں نے نام و نمود سے بچ کر ساری زندگی ٹھوس علمی و ادبی خدمات انجام دیں اور شاہ ولی اللہ کی کتابوں کو اردو کا جامہ پہناتے وقت انہوں نے جن اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اس کا ایک زمانہ معترف ہے اور ولی اللہ سوسائٹی کے لئے تو ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ باعث فخر رہے گا اس لحاظ سے ان کی موت بلا ریب ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک ادارہ کی موت ہے ...

مفتی محمد ظفر اللہ خان صاحب



ماہِ صفر ہماری اسلامی تقویم کا دوسرا مہینہ ہے گو احادیث کی رو سے بظاہر اس مہینہ میں کوئی فضیلت ثابت نہیں لیکن ماہِ صفر منحوس بھی نہیں ہے اسی لئے علماء کرام نے اسے صفر الخیر کہا ہے۔ ہاں ظہورِ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ صفر فتنوں اور مصیبتوں کا مہینہ ہے۔ خوب یاد رکھئے اسلام کے نزدیک نہ کوئی مہینہ سعد ہے نہ نحس اگر کسی مہینہ میں کوئی شخص کسی مقصد میں کامیاب ہو جائے بیمار تندرست ہو جائے کوئی امتحان میں پاس ہو جائے یا تجارت میں نفع کمائے تو اس سے مہینہ سعد نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کوئی بیمار ہو یا مر جائے یا اسے تجارت میں نقصان ہو جائے یا کسی دوسرے مقصد میں ناکام ہو تو اس سے مہینہ نحس نہیں ہو گا۔ کامیابی و ناکامی اللہ رب العزت کی طرف سے ہے زمانہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اہل جاہلیت زمانہ کی سعادت و نحوست کے قائل تھے اور وہی ماہِ صفر کو نحس کہتے تھے۔

طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے :-

صَفَرٌ هُوَ الشَّهْرُ الْمَعْرُوْفُ زَعَمُوْا اَنَّ فِيْهِ تَكْثُرُ الدَّوَاهِيُ الْفِتَنُ فَنَفَاهُ الشَّارِعُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِهِ لَا صَفَرَ۔

ترجمہ: صفر وہی مشہور مہینہ ہے جس کے بارے میں اہلِ جاہلیت کا خیال تھا کہ اس میں فتنوں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے اپنے ارشاد لا صفر میں اس کی نفی فرمائی کہ صفر میں نحوست نہیں۔

ویسے لا صفر تو ایک جملہ ہے پوری حدیث پاک یہ ہے :-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ۔

۱۔ یعنی خدائے پاک کے حکم کے بغیر ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا ہے گویا اسلام میں چھوت چھات نہیں ہے۔
۲۔ نہ ہی ماہِ صفر میں کوئی نحوست ہے۔
۳۔ نہ ہی غول بیابانی بھوت پریت میں کسی کو تباہ کرنے کی طاقت ہے۔ جب تک کسی کی تباہی و ہلاکت کے لئے خدا کا حکم نہ ہو۔ (کیونکہ مؤثر بالذات وہی ہے)

اس حدیث پاک میں تینوں باتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرما دیا ہے۔ تھوڑے سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابن عطیہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابو مسعود الانصاریؓ، حضرت سائبؓ بن یزید، حضرت ابو امامہ باہلیؓ اور حضرت ابن عباسؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

معتبر کتب احادیث صحیحین بخاری و مسلم شریف، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد، طحاوی شریف، سنن بیہقی شریف میں یہ حدیث موجود ہے اس لئے اتنے بلند پایہ عادل و تام الضبط صحابہ سے روایت کے سبب مسلمانوں میں کسی شخص کو اس سے انکار کرنے یا اس میں تاویل کرنے کی گنجائش نہیں اس کے بعد بھی کوئی شخص ماہِ صفر یا اس کی ۱۳ ر یا کسی دوسری تاریخ کو منحوس کہے تو وہ گمراہ کہلائے گا اور کہا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

منطق کا ایک علم اصول ہے کہ کل کی نفی جزء کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے یعنی جب پورے ماہ صفر سے نحوست کی نفی فرما دی گئی جو کُل ہے تو پھر ۱۳ ر صفر یا آخری بدھ جو ماہِ صفر کا جُز کہلاتے ہیں۔ ان میں نحوست کیسے باقی رہے گی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

کہے اس گھر میں کوئی انسان نہیں ہے اس بات کے سُننے کے بعد ایک شخص کہے کہ کوئی شخص تو یہاں ضرور ہے اور پھر وہ تلاش بھی کرنے لگے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ اندھی عقل رکھتا ہے۔

بعض وہمی لوگ

بعض وہمی لوگ کہتے ہیں کہ مکان، بیوی اور سواری میں نحوست ہوتی ہے اور ایسے ہی توہم پرست آئے دن مکانات تبدیل کرتے رہتے ہیں نئی نئی شادیاں کرتے رہتے ہیں اور یہ کہہ کر یہ عورت منحوس ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں نئی سواری خریدتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد اسے منحوس سمجھ کر الگ کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو جو نحوست کے چکر میں پھنسے ہوں جاننا چاہیئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کا جس حدیث پاک میں ذکر فرمایا ہے وہ مشروط ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْئٍ فَفِی الثَّلٰثِ فِی الْمَرْأَۃِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ۔

ترجمہ: یعنی بالفرض اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو تین چیزوں یعنی عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی لیکن نحوست فی الحقیقت ان تینوں میں سے کسی میں نہیں ہے۔

دیکھا جائے تو یہ کلام ایسا ہی مشروط ہے جیسے کوئی اپنے مرنے والے عزیز رشتہ دار کے بارے میں کہے اگر خدا کا حکم ہوتا تو وہ زندہ بچ جاتا لیکن چونکہ خدا کا حکم ہی نہیں تھا اس لئے وہ زندہ نہ رہ سکا اور فوت ہو گیا۔

بالکل یہی کیفیت یہاں بھی ہے کہ اگر نحوست ان میں سے کسی چیز میں ہوتی تو گھر، عورت یا سواری میں ہوتی اور فی الواقع ان میں ہے نہیں۔ لہٰذا اس کے برخلاف نحوست کا عقیدہ رکھنا بھی درست نہیں ہے۔

بعض معترفین نحوست نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی حدیث کا سہارا لے کر استدلال کیا ہے کہ ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک ہم فلاں گھر میں رہتے تھے ہمارے افراد خاندان بھی صحیح سالم تھے اور مال و دولت بھی ہمارے پاس اچھا خاصا تھا لیکن یا رسول اللہ جیسے ہی ہم نے اس گھر کو چھوڑا اور دوسرا گھر تبدیل کیا تو ہمارے خاندان کے بعض افراد بھی فوت ہو گئے اور مال بھی کم ہو گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نحوست کے خیال اور توہمات میں الجھنے سے بہتر یہ ہے کہ تم اس مکان کو چھوڑ دو۔ اس فرمان کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ آپ نے اُن کے مکان میں نحوست تسلیم فرما کر انہیں مکان تبدیل کرنے کا حکم فرمایا تھا بلکہ آپ کا مقصد انہیں توہمات کی الجھنوں سے نکالنا تھا۔

ماہِ صفر الخیر

ماہِ صفر کی نحوست کے ماننے والے بہت دُور سے کوڑی لانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک موضوع حدیث پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں:۔

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ۔

ترجمہ: جو بھی مجھے صفر ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اسے جنت کی بشارت دُوں گا۔

لوگ یہ کہتے ہیں دیکھو صفر میں نحوست تھی جبھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی اور یہ کہ آپ کو بھی ماہِ صفر سے نفرت تھی۔ اس کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ اول تو محدثین کرام اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ اسے صحیح حدیث ہی تسلیم نہیں کرتے اگر قائلینِ نحوست کھینچا تانی کر کے اسے صحیح ثابت کرانے یا اس میں کوئی تاویل کرنے کی کوشش کریں تو یہ اُن کی لاعلمی کا کھلا ثبوت ہے حقیقت یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ کی وفات مقدر تھی سورۃ النصر نازل ہو چکی تھی آپ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں یہ بات فرما چکے تھے کہ:۔

"اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ہمیشہ دنیا کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوتا رہے چاہے تو وہ اپنے رب کی لازوال نعمتیں اور بہجت سرمدی جو اس کے رب نے اس

کے لئے مخصوص فرمائی ہیں ان سے بہرہ اندوز ہو وہ ان میں جو چاہے اپنے لئے اختیار کرے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ نے لقاءِ رب کی نعمتوں کو اپنے لئے پسند کیا ہے اب اس کلام سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ بہجت سرمدی کا حصول اس دارِ فانی سے رحلت کئے بغیر ناممکن تھا کہ اَلْمَوْتُ وُصْلَۃٌ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ رَبِّہٖ کے مصداق کے بموجب موت ہی بندے اور اس کے رب کے درمیان ذریعہ وصل ہے اس لئے آپ ربیع الاول میں اس وصلِ حقیقی کے متمنی تھے اسی لئے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ جو مجھے صفر ختم ہونے کی خوشخبری دے گا تو میں اسے جنّت کی خوشخبری دوں گا یہ بات آپ نے صفر کی نحوست کے پیشِ نظر نہیں فرمائی تھی بلکہ بعض صوفیائے کرام نے اسے عرفانی رنگ میں پیش کیا لیکن اہلِ ہوا و ہوس نے اسے تراش خراش کر ایسے انداز میں پیش کیا کہ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے۔ پھر اس نحوست کے زوال کی خاطر ۱۳، صفر کو گھنگھنیاں تقسیم کرنے لگے اور آخری چہار شنبے کے بارے میں یہ بات وضع کی گئی کہ اس دن آپ نے غسلِ صحت فرمایا تھا لہٰذا اس دن عید منائی جائے شیرینی تقسیم کی جائے کام کاج سے گریز اور جنگل کی سیر کے لئے جانا چاہئے لیکن جیسا میں نے احادیث کے مستند حوالوں سے تحریر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن غسل صحت نہیں فرمایا بلکہ آپ چہار شنبہ یعنی صفر کے آخری بدھ میں بیمار ہوئے تھے تو اب یہ فیصلہ کرنا کہ یہ خوشی سیر و تفریح، تقسیم شیرینی یا عیدیاں تقسیم کر کے نذرانے بٹورنے کا دن ہے یا ربّ العزت کے حضور میں استغفار و انابت کا دن ہے کسی بھی مُسلمان کو آپ کی بیماری پر خوشی منانا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

ایک واقعہ

بطور عبرت یہاں ایک نیک استاد کا واقعہ نقل کرنا ضروری ہے یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا ایک طالب علم نے کاغذ پر چھپی ہوئی عیدی مانگی تو استاد موصوف نے بازار سے عیدیاں خریدیں۔ اس وقت ایک پیسے کی دو عیدیاں چھپی ہوئی ملتی تھیں اتفاق سے ایک عیدی پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسلِ صحت نبیؐ نے پایا ہے

استاد جو ان تمام چیزوں کو غلط سمجھتے تھے انہوں نے اس شعر کے برابر یہ دو اشعار فارسی کے تحریر کر دیئے۔

آخری چہار شنبہ ماہ صفر
ہست چوں چہار شنبہ ہائی دگر
نہ حدیثے شدہ دراں وارد
نہ درو عید کردہ پیغمبر

ترجمہ: صفر کا آخری بدھ دوسرے مہینوں کے بدھ کی طرح ہے۔ نہ تو اس کے بارے میں کوئی حدیث ہے نہ اس میں نبی علیہ السلام نے کوئی خوشی منائی ہے۔

آخری بُدھ

صفر کے مہینہ میں آخری بُدھ پر کی جانے والی تمام رسومات غیر شرعی اور بدعات میں شامل ہیں ان کا کوئی جواز نہیں ہے۔

یہ نہ صرف سُنت کے خلاف ہیں بلکہ خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل اور کتب تاریخ و سیر سے بھی ثابت نہیں کہ کبھی کسی نے اس پر عمل کیا ہو۔ ان پر عمل کرنا بدعت ہے جو سخت گناہ ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف ادوار میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام نے فتاویٰ دئے ہیں۔ چند آیاتِ قرآنیہ و احادیث پاک درج ذیل ہیں ان پر عمل کر کے زمانہ جاہلیت کے عقائد و مراسم سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

۱۔ ثَلٰثَۃٌ تَبْقٰی فِیْ اُمَّتِیْ مِنْ اُمُوْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ۔ اَلْفَخْرُ بِالْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ بِالْاَنْسَابِ وَمُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا۔ (مسلم)

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میری اُمّت میں جاہلیت کی تین باتیں رہ جائیں گی۔

۱۔ اپنے حسب پر فخر۔

۲۔ دوسروں کے نسب پر طعنہ زنی۔

۳۔ یہ عقیدہ کہ فلاں ستارہ نکلا ہے یا چاند فلاں بُرج سے فلاں بُرج میں منتقل ہوا ہے۔

اس لئے اب بارش برسے گی۔

(مطلب یہ کہ اس عقیدے سے مسلمانوں کو باز رہنا چاہیئے اس ارشاد کا یہی مقصد ہے)

۲۔ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ وَھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ۔ (مسلم)

ترجمہ: جاہلیت کے روگ حسد اور کینہ سمٹ کر تم تک بھی آتے ہیں یہ مونڈنے والی چیزیں ہیں بالوں کو نہیں بلکہ دین کو مونڈ کر صاف کر دیتی ہیں۔

حسد کے بارے میں آپ نے فرمایا یہ نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دے۔ مقصد یہ ہے کہ تم آپس میں حسد و کینہ نہ رکھو۔

۳۔ بھوت پریت اور امراض میں چھوت کا عقیدہ زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا جس کی نفی کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا غُوْلَ (مسلم)

ترجمہ: نہ مرض ہی متعدی ہوتے ہیں نہ غول بیابانی کسی کو تباہ و ہلاک کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔

۴۔ قَالَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ حَکَمٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِجَاھِلِیَّۃٍ فَقَدْ جَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا یَاْتُوْنَ الْکُھَّانَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَاْتِھِمْ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نیا نیا اسلام لایا ہوں ہمارے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جا کر اب بھی سوال پوچھا کرتے ہیں اب تو بحکم خدا اسلام بھی ظاہر ہو چکا ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تو کاہنوں کے پاس نہ جایا کر۔

گویا کاہنوں سے سوالات کا حل شرعاً روا نہیں بلکہ عبادات کے ثواب کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

۵۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی عَرَّافًا سَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ وَ صَدَّقَہٗ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کاہن سے باتیں دریافت کیں پھر اسے دل سے مان لیا تو اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

۶۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قُرَیْشٍ کَانُوْا یُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرَ فَقَالَ ھٰذَا النَّسِیُّ۔ (بخاری ص ۵۴)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب قریش کی بابت پوچھا گیا کہ وہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم کا نام دے دیا کرتے تھے تو آپؐ نے فرمایا یہ بھی نسئ ہے۔

• یعنی تقدیر و ترتیب اشہر میں زیادتی ہے اس عمل کے ذریعہ وہ گردش زمانہ پر اپنے قادر ہونے کا اظہار کرتے تھے اور یہ کفر ہے۔

۷۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ تَحْلِفُ قُرَیْشٌ بِآبَائِھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ قریش باپ دادا کا نام لے کر قسمیں کھایا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم ایسی قسمیں نہ کھاؤ اس لئے کہ عظمت نام خداوندی کے خلاف ہے۔

۸۔ قَالَ عَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ بَایَعْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْ لَّا نَعْصِیَہٗ فِی الْمَعْرُوْفِ وَلَا نَخْمِشَ وَجْھًا وَلَا نَدْعُوَا وَیْلًا وَلَا نَشُقَّ جَیْبًا وَلَا نَنْشُرَ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط پر ہم سے بیعت لی کہ ہم کسی شرعی حکم میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے کسی کی موت پر چہرہ نہیں نوچیں گے وائے ویلا نہیں کریں گے گریبان چاک نہیں کریں۔ بالوں کو نہیں بکھیریں گے۔

۹۔ پرندوں کو اڑا کر شگون لینا جاہلیت میں مروج تھا وہ پرندے کو اڑاتے اگر سیدھی

طرف اڑتا تو کام کرتے تھے اور اگر اس کی اڑان اُلٹی طرف ہوتی تو پھر اس کام کو کرنا کسی حالت میں انہیں گوارا نہیں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا طِیَرَۃَ فِی الْاِسْلَامِ

ترجمہ: پرندے اڑا کر فال لینا اسلام میں روا نہیں۔

۱۰۔ سفر پر جانے کے لئے جب صدر دروازے سے نکل جاتے اور پھر ضرورت سے دوبارہ گھر میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی تو پیچھے سے دیوار پھلانگ کر گھر کے اندر آتے لہٰذا قرآن کریم میں اُن کے اس عقیدہ کو رد کیا گیا ہے فرمایا:

وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا۔ (سورہ بقرۃ)

ترجمہ: اور اس میں کوئی نیکی نہیں کہ تم عقبی حصہ سے گھروں میں آؤ اصلی نیکی تو خدا سے ڈرنا ہے ہاں تم اپنے گھروں میں دروازوں کے ذریعہ داخل ہوا کرو۔

۱۱۔ مادہ جانوروں کو فروخت کرتے وقت اگر اس کے پیٹ میں بچہ ہوتا تو اس کی قیمت علیحدہ لیا کرتے تھے یہ بیع الحبلۃ و بیع النتاج کہلاتی ہے بخاری شریف میں ہے:۔

وَھٰذَا الْبَیْعُ کَانَ رَائِجًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَنَھَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے جاہلیت کی اس بیع سے اپنی اُمّت کو ممانعت فرما کر یہ رسم توڑ دی

۱۲۔ لڑکی کی پیدائش کو دَورِ جاہلیت میں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا وہ اسے نحوست اور باعثِ عار سمجھتے تھے۔ اُس دَور میں جب لڑکی کے باپ یا دادا کو اس کی بیٹی و پوتی کی خبر دی جاتی تھی تو جیسا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ۔

ترجمہ: جب ان میں سے کسی باپ کو اس کے بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا چہرہ غصہ میں سیاہ ہو جاتا تھا۔

قرآن پاک ہی میں دوسری جگہ فرمایا:

سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔

اُن کی یہ سوچ اور فیصلہ بُرا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رسم و رواج اور خلافِ اسلام حرکات سے محفوظ فرمائے۔

ماہِ صفر بھی اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے اس میں کوئی نحوست نہیں یہ صفر الخیر ہے۔

آخری چہارشنبہ پر جو رسومات کی جاتی ہیں ان کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔

:: :: :: :: :: :: ::

اَلْوِفَاقُ الْعَالَمِیُّ لِلدَّعْوَۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ
المرکز الاسلامی بی بلاک، نارتھ ناظم آباد
کراچی-۳۳ (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں ایک استفتاء اور اس کا جواب

دریافت کیا گیا ہے کہ صفر کے آخری بدھ کے بارے میں مشہور ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس روز جیسا عوام میں مشہور ہے غسلِ صحت فرمایا تھا نیز لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس دن چھٹی کرنا چاہیئے اور شیرینی بھی تقسیم کرنا چاہیئے۔ جنگل کی سیر کی جائے اور اگر گھروں میں مٹی کے برتن ہوں تو انہیں توڑ دینا چاہیئے۔ اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنوا کر تفاولاً پہنا کرتے ہیں آخر میں شرعی نقطۂ نگاہ سے دریافت کیا ہے کہ ایسے لوگوں کا خیال یا عقیدہ بروئے عقائدِ صحیحہ کہاں تک درست ہے یا غلط۔ حیطۂ تحریر میں لایا جائے۔

الجواب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جن لوگوں کا خیال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر کے آخری چہارشنبہ کے دن مرض سے صحت یاب ہونے کے بعد غسلِ صحت فرمایا تھا اِس لئے اس دن عید کی طرح خوشی منانا چاہیئے۔ اور آپ کی غسلِ صحت کی خوشی میں مٹھائی

(باقی ص ۲۴ پر)

نشریہ ریڈیو پاکستان لاہور

۶ر اکتوبر ۱۹۸۳ء

۵ بجکر ۱۰ منٹ شام

احسان فراموش کی رحمت سے دوری

محمد سعید الرحمٰن علوی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

لفظ احسان جو ہمارے یہاں بالعموم بھلائی کے معنی میں مروّج ہے، ایک قرآنی لفظ ہے جو اسی شکل میں ۵ مرتبہ قرآن میں وارد ہوا ہے۔ ویسے اگر مصدر اور مشتقات کے اعتبار سے اندازہ لگایا جائے تو اس کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ علماء لغت اور خدام قرآن اس کے دو معانی لکھتے ہیں "یعنی غیر کے ساتھ بھلائی کرنا اور اچھی بات معلوم کرنا اور نیک کام انجام دینا" ——— اس لفظ کی اصل تو ح ـ س ـ ن ہے اور "حُسن" بطور مصدر قرآن میں سات مرتبہ وارد ہے جبکہ اس کے مشتقات کی تعداد بہت ہے۔ اچھا ہونا، عمدہ ہونا اس کے معنی ہیں جبکہ ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز کو "حسن" کہتے ہیں اور قرآن میں "حسنات" کا لفظ اسی سے آتا ہے جس کے معنی خوبیاں بھلائیاں، نعمتیں اور نیکیاں ہیں اس کا مفرد "حسنہ" ہے اور اس کے معانی میں نعمت بھی شامل ہے۔ یعنی

"ہر وہ نعمت جو انسان
کو اس کی جان یا بدن
یا حالات میں حاصل ہو
کر اس کی مسرت و
شادمانی کا باعث بنے۔"

قرآن عزیز میں "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" اور اس سے ملتے جلتے جو ارشادات ہیں ان کا معنی نیکی اور بھلائی کا ہی ہے۔ اسی کے بالمقابل "سیّئہ" کا لفظ ہے۔

قرآن عزیز میں جہاں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ "محسنوں" کو دوست رکھتے ہیں یا اس کی "رحمت"، "محسنوں" کے قریب ہے یا "محسنوں" کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ یا ان کے لئے جنّت کا وعدہ، تو ان سب جگہ "محسنوں" سے انسان مراد ہیں۔ یعنی نیکوکار انسان، اور سورۂ رحمٰن کی آیت هل جزاء الاحسان الا الاحسان" کہ "نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ تو اس میں پہلے احسان کا تعلق بندے کے ساتھ ہے تو دوسرے کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اس کا ٹھیٹ ترجمہ ہے :-

"صحیح فرمانبرداری کا بدلہ
بجز انعام و اکرام کے
اور کیا ہو سکتا ہے ؟"

گویا انسان کا احسان ہے "غایت اطاعت اور انتہائی فرمانبرداری" اور اللہ تعالےٰ کا احسان ہے "انعام و اکرام" اور اسی انعام و اکرام کے مفہوم کو مختصر کر کے بیان کیا جائے تو مراد ہے "اللہ تعالےٰ کی رحیمی اور اس کا لطف و کرم"۔ کیونکہ رب العزت رب ہونے کے ساتھ ساتھ رحمٰن اور رحیم بھی ہیں اور علماء کے بقول اللہ رب العزت کی صفات ہیں

"ربوبیت، رحمت اور عدالت" تین صفات ایسی ہیں جو کل صفات کا مجموعہ ہیں اور بنیادی طور پر اس کی صفات ہیں "قہر و غضب" کی کوئی جگہ نہیں، سزا یا اس قسم کے جو واقعات سامنے آتے ہیں یا قیامت میں سامنے آئیں گے وہ قہر و غضب کا نہیں، عدالت کا مظہر ہیں ——— اللہ تعالےٰ کے رب ہونے کا انتہائی حسین تصوّر وہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جواب میں کہا اور قرآن نے نقل کیا کہ :

"ہمارا رب وہ ہے جس
نے ہر شے کو اُس کے
مناسب اس کی صورت
و شکل عطا فرمائی پھر
اس کی رہنمائی کی۔"

اور ایک خادمِ قرآن کے بقول رب یوں ہے کہ :

"جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے
اس نے پیدا کیا اور اس
طرح کہ ہر کوئی اپنی مخصوص
فطرت، طبائع اور خواص
رکھتا ہے، اس کی فطرت
اس کے ماحول سے الگ
نہیں بلکہ اس کے مناسب
ہے۔ ہر چیز کا نہ صرف
مخصوص ماحول ہے بلکہ
اس کے لئے جملہ ضروریات
زندگی کی فراہمی اور
سامان پرورش کا اہتمام
فرمایا۔"

اور وہ ذات رحیم ہے کہ سامان پرورش کی فراہمی کے ساتھ ان کے انتخاب، حسن اور تراش خراش کا اہتمام کرتی ہے اور اس طرح کائنات میں ایک ربط اور نظم ہے۔ اس ربط اور نظم سے انحراف پر صفت عدالت ظہور پذیر ہو کر اس کا قلع قمع کر دیتی ہے بالکل اس طرح جس طرح ایک باغبان خود رو اور آوارہ پودوں، تنکوں اور پتوں کو صاف کر کے باغ کا حسُن نکھارتا ہے۔

چنانچہ سورہ الانعام کی آیت ۴۵ میں یہ فرمانا

"پھر ان ظالم لوگوں کی
جڑ کاٹ دی گئی — اور
اللہ تعالےٰ کا شکر ہے جو
تمام کائنات کا پروردگار
ہے۔"

اسی صفت عدالت کا مظہر ہے۔ ورنہ جڑ کاٹنے پر شکر و تعریف کیسی؟ لیکن ایسا ہی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر نظم کائنات خلل انداز ہوتا ہے تو گویا جس طرح اللہ تعالیٰ فیضانِ رحمت پر تشکر و شکریہ اور تعریف و حمد کے مستحق ہیں اسی طرح ظالموں کی جڑ کاٹنے پر بھی اس کے مستحق ہیں کہ نظم و حسنِ کائنات کا تقاضا یہی ہے ——— سورۂ رحمٰن جو بقول حضور انور فداہ روحی و جسدہ جمال و زینت قرآن ہے اس میں جا بجا جنّ اور انسانوں کو کہا گیا کہ

"اپنے رب کی کس کس
نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟"

تو اس پر سوال ہوا کہ جنّت اور اس کے متعلقات کا ذکر تو بے شبہ نعمت ہے، لیکن جہنم اور اس کے متعلقات کا ذکر کر کے نعمت کی بات کیوں ؟ اس کا جواب اردو کے پہلے مترجم و مفسّر شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے دیا کہ اندھے کو گڑھے سے بچانا اس کے حق میں نعمت ہے۔ گویا دنیا جب مادیت کا شکار ہو کر "وھن کی مریض ہو جائے کہ موت کا خوف اس کے سر پہ مسلط ہو اور دنیا کی محبّت میں غرق ہو کر اچھے برُے کی تمیز کھو دے اور انجام سے بے فکر و غافل ہو جائے تو جہاں نعمتوں کی یاد دہانی ضروری ہے وہاں صفت عدالت کے طور پر آئندہ پیش آنے والے خوفناک حوادث سے آگاہی بھی لازم ہے اور اس آگاہی کو اللہ تعالےٰ نے "نعمت" کے طور پر ذکر کر کے اسی ذیل میں بیان کیا اور یوں اپنی رحمت کا اظہار فرمایا ——— بہر حال جب ثابت ہو گیا کہ بندہ محسن ہے یعنی نیکوکار تو اس سے قبل یہ حقیقت

مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ محسن و منعم ہیں۔ ان کے احسانات و انعامات کی تفصیل کس کے بس میں ہے اور کون ہے جو انہیں شمار کر سکے؟ خود باری تعالیٰ سورۂ ابراہیم میں فرماتے ہیں:۔

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

"اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔"

اور قرآن نے یہ بھی بتایا کہ نعمتوں کے جواب میں جذبات تشکّر کا اظہار اور وہ بھی اس طرح کہ انسان سراپا سپاس گذار ہو جائے ——— جذبۂ عبدیت کے طور پہ بھی اور ازدیادِ نعمت کی غرض سے بھی ——— سورۂ ابراہیم آیت ۷، میں ہے:۔

"اگر تم شکر کروگے تو تم کو اپنی نعمتیں زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناسپاسی کی تو یقین جانو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

پھر سورۂ نحل میں شکر کو تقاضائے عبدیت بتایا۔ ارشاد ہے:

"اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اسی کے عبادت گذار ہو" (۱۱۴)

اور النمل آیت ۴۰ میں واضح کر دیا کہ:

"شکر کا فائدہ خود انسان کو ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تو غنی یعنی بے پروا و بے نیاز ہیں تمہارے کفرانِ نعمت سے انہیں کوئی گزند نہ پہنچے گا بلکہ وہ غنی کے ساتھ کریم بھی ہے کہ کفرانِ نعمت کے سنگین جرم پر بھی مہلت دیتے ہیں کہ بندہ سنبھل جائے۔"

اسی طرح الزمر آیت ۷، میں فرمایا کہ:۔

"ناشکری کرو تو سو بار کہ اللہ تعالےٰ تو بے نیاز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو بوجہ اپنے رحم و کرم کے ناشکری پسند نہیں بلکہ تمہاری عادت شکر گذاری اسے محبوب ہے اور وہ اسی کو پسند کرتا ہے کہ تم جذبات تشکّر سے سرشار رہو۔"

شکر تو ایسی چیز ہے کہ اس سے عذاب الٰہی ٹلتا ہے جیسا کہ النساء کی آیت ۱۴۷، میں ہے:

"اگر تم شکر گذار رہو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالےٰ تم کو سزا دے کر کیا کرے گا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑا قدر شناس اور سب حال جاننے والا ہے۔"

گویا ایمان کے ساتھ شکر کی عادت عذاب سے بچاتی، نعمتوں میں اضافہ کا ذریعہ بنتی اور بندہ کو اللہ تعالےٰ کا محبوب بناتی ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال پر کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا:۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

"کہ اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔"

ایک روایت میں تعبد کی جگہ "تخشیٰ" اور دوسری میں "تعمل" کا لفظ ہے یعنی اللہ سے ڈرو یا ہر کام اس طرح کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور ظاہر ہے کہ عبادت یا خشیت یا عمل کا تعلق محض نماز ہی سے نہیں جیسا کہ بعض لوگ سوچتے ہیں بلکہ پوری زندگی سے ہے کہ پوری زندگی خلوت سے جلوت تک افراد سے اجتماع تک اور عقائد و عبادات سے معاملات و اخلاق تک عبادت و خشیت بالفاظ دیگر کامل اطاعت و فرمانبرداری اور مختصراً شکر کی غماز و مظہر ہو گی۔ رحمت الٰہی اسی سے نصیب ہوتی ہے اور جب الٰہی انعامات سے اعراض کیا جائیگا تو پھر اِنّ عذابی لشدید گویا رحمت سے دور ہو گئے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا پسندیدہ اور شکر گزار بندہ بنائے۔

خواتینِ اسلام کے مجاہدانہ کارنامے

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نجد کی رہنے والی تھیں حضور جب مدینہ تشریف لائے تو یہ بوڑھی ہو چکی تھیں۔ اسلام کی خوبی سُن کر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گئیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب قادسیہ میں ایرانی کافروں سے جنگ ہوئی، اس وقت حضرت خنساؓ کے چار بیٹے تھے۔ چاروں کو لے کر میدانِ جنگ میں آئیں اور بیٹوں کو سامنے بُلا کر یہ تقریر فرمائی:۔

"پیارے بیٹو! تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔ اور پھر اپنی مرضی سے ہجرت کی، ورنہ تم اپنی قوم اور ملک کو بھاری نہ تھے۔ نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے کہ تم اپنی بوڑھی ماں کو دشمن کے اس دُور دراز ملک میں لے آئے ہو، اور اب تمہاری بوڑھی ماں فارسیوں کے رحم و کرم پر رہ جائے گی، خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو، اور میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہ کی، اور نہ تمہارے ماموں کو شرمسار کیا، بیٹا! تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور کافروں سے جہاد کرنے میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ خدا تعالےٰ کا فرمان ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا۔ اس لئے تم سے کہتی ہوں کہ صبح اٹھتے ہی کافروں سے لڑنے کی تیاری کر لو اور آخر دم تک لڑو، یا جان دے دو، یا فتح کر لو۔"

بیٹوں نے بوڑھی ماں کی اس پُرجوش تقریر کو سن کر صبح ہوتے ہی میدان کی طرف ایک ساتھ گھوڑوں کو دوڑایا اور نہایت ہی جوش کے ساتھ شعر پڑھتے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھے اور دشمنوں کو مارتے ہوئے چاروں شہید ہو گئے۔

حضرت خنساؓ کو جب چاروں کا شہید ہو جانا معلوم ہوا تو خدا کا شکر ادا کیا اور کہنے لگیں۔

"اے اللہ العالمین! میں اس قابل نہیں تھی۔ محض تو نے ہی اپنے فضل و کرم سے یہ دولت بخشی۔"

حضرت امِ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ معزز خاتون ابوجہل کی بہو اور خالد بن ولید کی بھانجی ہیں۔ ان کی سُسرال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جانی دشمن تھی۔ ان کے خاوند عکرمہ بن ابوجہل نے بھی اپنی پوری طاقت اسلام کے مقابلے میں خرچ کر دی۔ جب ہمارے پیغمبر صلعم نے مکہ معظمہ فتح کر لیا۔ اس وقت ان کا خاوند عکرمہ تو یمن بھاگ گیا اور ام حکیم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گئیں۔ اور اپنے شوہر سے مِل کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی خوبیوں کو سمجھاتی رہیں۔ آخرکار اس مقدس خاتون کی تبلیغ سے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کے بیٹے حضرت عکرمہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مُسلمان ہو گئے۔ اور مسلمان ہونے کے بعد اپنے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ نہایت جوش اور ہمت کے ساتھ جہاد میں شرکت کرتے رہے۔ اور بڑی بہادری اور جوانمردی سے خدا کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں رُومیوں سے جنگ ہوئی۔ حضرت عکرمہؓ اپنی بیوی امِ حکیمؓ کو ساتھ لے کر ملک شام چلے گئے۔ اور اجنادین کی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

شوہر کے شہید ہو جانے سے حضرت ام حکیمؓ بیوہ ہو چکی تھیں۔ عدت کے بعد خالد ابن سعیدؓ سے انہوں نے دوسرا نکاح کیا۔ دُلہن بنانے کی تیاریاں ہوئیں۔ چونکہ یہ نکاح ایسی جگہ ہوا تھا جو دمشق کے قریب تھا۔ اور اس جگہ ہر وقت رُومیوں کے حملے کا اندیشہ تھا۔ حضرت امِ حکیمؓ نے حضرت خالدؓ سے کہلا بھیجا "کہ ابھی توقف کیا جائے،

کیونکہ اس وقت رومیوں سے ہر وقت خطرہ لگا ہوا ہے، اس خطرہ کے رفع ہو جانے کے بعد دیکھا جائے گا۔"

حضرت خالدؓ نے اس جواب میں کہلا بھیجا" کہ مجھے اسی جنگ میں اپنی شہادت کا یقین ہو چکا ہے۔" غرض ایک پُل کے پاس ان کی رخصتی ہوئی۔ جو اب قنطرہ ام حکیمؓ کہلاتا ہے۔ صبح کو ولیمہ کی دعوت کھا کر لوگ فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی لشکر آپہنچا۔ اور اُس وقت دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت خالدؓ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شیر کی طرح دراتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود پڑے۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حضرت امِ حکیمؓ حالانکہ دلہن بنی ہوئی تھیں، اور عروسی جوڑا ابھی بدن سے اتارا بھی نہ تھا۔ اسی حالت میں جب مسلمانوں کو شہید کرتے ہوئے دیکھا۔ تو جوش کی وجہ سے ان سے نہ رہا گیا۔ فوراً اٹھیں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر بدن پر باندھا۔ اور خیمہ کی چوب اکھاڑی اور ہاتھ میں نیزہ لے کر کافروں پر اس زور سے حملہ کیا کہ دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ اس خاتون نے اسی نیزے سے سات کافروں کو قتل کیا تھا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا

انصاری خاندان سے تھیں اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں۔ مدینہ کے پاس ایک گاؤں جس کا نام قبا ہے اس میں رہتی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے ذیا کہ جب قبا میں جاتے۔ تو ام حرامؓ کے گھر میں ٹھہرا کرتے اور انہی کے ہاں کھانا کھایا کرتے تھے۔ جب حج کر کے تشریف لائے۔ تو ایک دن ام حرامؓ کے یہاں آئے انہوں نے کھانا کھلایا اور کھانا کھانے کے بعد آپؐ لیٹ گئے۔ اور آپؐ کو لیٹے لیٹے نیند آ گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد آپؐ مسکراتے ہوئے جاگ اُٹھے۔ اور فرمایا" میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے":-

"میری امت کے کچھ لوگ جہاد کے خیال سے سمندر میں سوار ہیں۔"

حضرت امِ حرامؓ نے عرض کیا۔" یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میں بھی انہی آدمیوں کے ساتھ خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے نکلوں۔" آپؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ کچھ دیر بعد پھر آنکھ کھلی۔ اور مسکراتے ہوئے اُٹھ کر پھر وہی فرمایا" کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے لوگ کافروں سے جہاد کرنے اور قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے سمندر میں جا رہے۔"

حضرت ام حرامؓ نے پھر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میرے لئے بھی دُعا فرمائیے۔ کہ خدا مجھے توفیق دے کہ ان مردوں کے ساتھ ہو کر میں بھی خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے نکلوں۔" آپؐ نے فرمایا" کہ تم پہلی جماعت کے ساتھ جاؤ گی۔"

آنحضرت صلعم کے اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے شام کے حاکم تھے۔ انہوں نے کئی مرتبہ حضرت عمرؓ سے درخواست کی۔ کہ ہم کو فرنگیوں کے جزیروں پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں اجازت نہیں دی۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے حضرت معاویہؓ نے اجازت چاہی۔ تو حضرت عثمانِ غنیؓ نے ان کو اجازت دے دی۔

بقیہ : صفر

بھی تقسیم کرنا چاہیئے۔ گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو انہیں توڑ دینا چاہیئے۔ محنت مزدوری سے چھٹی کر کے جنگل کی سیر کو جانا چاہیئے۔ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں ان کی کوئی سند شرعی طور پر نہیں ہے شاید ان لوگوں نے اس شعر کو صحیح سمجھ لیا ہو جس میں کہا گیا ہے ؎

آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

لیکن یہ بات احادیث پاک، آثار و اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا تابعین کے کلام سے کہیں ثابت نہیں بلکہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں، حاشیہ پر شمائل ترمذی، مدارج النبوۃ، محاضرات التاریخ الامم الاسلامی سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۱۶ پر تو یہ لکھا ہے کہ،

" اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور وہی بیماری شدت اختیار کر گئی اور اسی علالت میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپؐ نے وفات پائی۔"

چنانچہ اس دن کے بارے میں

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجیے۔ (مدیر)

سیرت ابراہیم علیہ السلام

تصنیف : میاں حافظ جمیل صاحب
قیمت : ۲۷/- روپے
ملنے کا پتہ : نعمانی کتب خانہ، حق اسٹریٹ اردو بازار لاہور

معمار حرم، جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام وہ واحد نبی ہیں جن کے اسوۂ زندگی کو اپنانے کی قرآن عزیز میں تلقین کی گئی ہے۔

قائدنا الاعظم محمد عربی علیہ السلام کے اسوۂ حیات کو لازم پکڑنے کا مسئلہ تو واضح ہے کہ ہم ان کی امت ہیں لیکن جناب خلیل جن کا زمانہ ہم سے بہت پہلے ہے۔ ان کے لئے یہی حکم و ارشاد ہے۔ اور اس کی وجہ ہمارے نزدیک ایک تو یہ ہے کہ ابراہیم و محمد علیہما السلام کے باہمی تعلقات چند در چند ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے ارشاد کے مطابق ان کی دعاؤں کا ثمر ہیں اور امت مسلمہ جو آخری امت ہے اس کے خمیر میں بھی براہیمی دعائیں شامل ہیں۔ دوسری وجہ آپ کی وہ ہنگامہ خیز زندگی ہے جس نے بابل و نینوا کے ناخداؤں کی کافرانہ اور استبدادی زندگی کو تہہ و بالا کر کے انہیں صحیح رخ پر چلنے کی تلقین کی۔ ایک طرف خداوندانِ بابل کی تیرہ بختیاں اور ظلم و جور کا انداز دوسری طرف ابراہیم خلیل کا صبر و حوصلہ اور اپنے مقصد سے لگن و تعلق —— انہی اداؤں کے سبب وہ امامت و پیشوائی سے سرفراز کئے گئے۔ اور قرآن نے جا بجا ان کا ذکر کیا —— ایسی منتخب اور محبوب بارگاہ شخصیت و ہستی کا تذکرہ انسانی قلوب کے لئے باعث شفا و رحمت نہ ہو تو کیوں نہ ہو؟ اس تذکرہ کو پڑھا تو دل میں ایمانی چنگاریوں کا ایک لاوا بھڑک اٹھا اور قلب غافل کی بستی میں ہلچل پیدا ہو گئی اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے دل میں کچھ کر گذرنے کا داعیہ پیدا ہوا اور ساتھ ہی لب متحرک ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کناں ہوتے کہ اے اللہ! ابراہیمی ایمانِ استقامت کا کروڑواں حصہ بھی نصیب ہو جائے تو زہے سعادت۔

پس ہمارے نزدیک یہ کتاب جو فاضل مؤلف نے مرتب کی محض روایتی تذکرہ نہیں ایک جلیل القدر نبی معصوم کا ایسا دلآویز تذکرہ ہے۔ جسے پڑھ کر مردہ دلوں میں مشعل ایمان بھڑک اٹھے گی اور نور اسلام جگمگا اٹھے گی ایسی پاکیزہ اور صالح کتب آج کی شدید ضرورت ہیں۔ اس لئے اس کاوش پر مصنف و ناشر ہر دو مستحق شکریہ ہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ ضرورت ہے کہ تبلیغی شوق سے کتاب کو پھیلا کر ذخیرہ آخرت کا اہتمام کیا جائے۔

تنظیم القرآن

از چودھری رشید احمد ایم، اے
قیمت : ۱۰/- روپے
ملنے کا پتہ : نذیر سنز ۴۰ اے اردو بازار لاہور

کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اپنی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کی کسی نوع

خدمت میں لگا دیتے ہیں۔ چودھری صاحب ایسے ہی خوش قسمت ہیں یہ کتاب جو ظاہری طور پر بھی خوبصورت ہے ام الکتاب سورۃ فاتحہ اور قرآن کریم کی طویل ترین سورۃ البقرہ کا منظوم ترجمہ ہے مثلاً الحمد للہ رب العالمین کا ترجمہ شعری ہے :

ستائش کے لائق تیری ذات ہے
جہانوں کا رب ہے یہ سچ بات ہے

اور سورۂ بقرہ کے آخری جملہ وانصرنا علی القوم الکافرین کا ترجمہ ہے

مقابل میں کفار کے سر بسر
ہمیں اپنی نصرت سے کر بہرہ ور

موصوف نے بڑی کاوش سے اور لگن و خلوص سے یہ کام کیا ہے کوشش کی ہے کہ قرآن کے صحیح اور صائب مفہوم کے اندر بات رہے اور معنوی تحریف کے سنگین جرم سے حفاظت رہے، وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں جو ان کے خلوص کی دلیل ہے۔

ترجمہ میں آیات کا ترجمہ ساتھ ساتھ ہے تاکہ سہولت رہے۔ ایک بات کی طرف ہم بڑے خلوص سے توجہ دلائیں گے کہ قرآنی متن ساتھ ہونا ضروری تھا کہ اس کے بغیر ترجمہ کی کاوشیں کبھی پسندیدہ نہیں سمجھی گئیں۔ ہمارے خیال میں یہ غیر شعوری فروگذاشت ہے جس کا آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ہو جانا ضروری ہے۔ ہم موصوف کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہیں اور اپنے قارئین کو اس ہدیہ مبارکہ کی طرف خصوصی توجہ کی درخواست کرتے ہیں۔

فیصل، اک روشن ستارہ

تالیف : ضیاء الرحمٰن فاروقی
قیمت : ۶۰/- روپے
ملنے کا پتہ : ادارہ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد۔

ہمارے نوجوان عالم مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی لکھاڑ قسم کے انسان ہیں۔ متعدد کتابیں لکھ چکے ہیں ان کی اس کتاب کا بہت دنوں سے چرچا تھا سو وہ اب آ ہی گئی ـــــ سعودی **فرمانروا شاہ** فیصل شہید کی سوانح اور تذکرہ انہوں نے محنت سے مرتّب کیا ہے جس میں ایک باب تاریخ عرب پر ہے جس میں عرب کے جغرافیہ و تاریخ کی ضروری تفصیلات ہیں۔ دوسرے باب میں تاریخ اسلام کے حوالہ سے عرب دنیا کے بیتے ہوئے دنوں کی کہانی ہے اور تیسرا باب عرب اقوام کی جدید تقسیم پر ہے۔ پھر چوتھے باب میں سعودی حکمرانوں کے مرشد شیخ محمد بن عبدالوہاب مرحوم کا سوانحی تذکرہ ہے کہ شیخ کے بغیر سعودی حکمرانوں کی تاریخ تشنہ رہتی ہے۔ پانچواں، چھٹا اور ساتواں باب شیخ کی تعلیمات، ان کی دعوت اور تالیفات سے متعلق مفید معلومات کا خزانہ ہیں۔ آٹھواں باب خاندان فیصل کے اجمالی تعارف پر مشتمل ہے۔ باب ۹ امیر سعود بن عبدالعزیز باب ۱۰ امیر عبدالرحمٰن بن فیصل، باب ۱۱ سے ۱۶ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے متعلق ہیں۔ اسی میں تحریک اخوان کا ذکر ہے۔ اسی میں فتح حجاز اور اس کے متعلقات کا بیان ہے اور یہ سب ابواب اس لئے ضروری تھے کہ فیصل مرحوم تک کی تمام کڑیاں قارئین کے سامنے ہوں اس کے بعد باب ۱۷ سے ۵۲ تک (آخر کتاب تک) فیصل شہید کا ذکر ہے جو کتاب کا اصل موضوع ہے۔ اس میں سوانحی نقوش سے لے کر حکمرانی اور حکمرانی سے لے کر عالم اسلام کی لیڈر شپ تک کے جملہ مراحل کا حسن و خوبی سے ذکر ہے۔ جو موصوف کی محنت کا آئینہ دار ہے۔ بعض مقامات پر ذہن بوجھل ہوتا ہے لیکن شاید یہ باتیں پروپیگنڈے کے طور پر ہماری تاریخ کا حصہ بن گئی ہیں مثلاً صدر ناصر مرحوم نے شاہ فیصل کو قتل کرانے یا گدی سے اتارنے کے جتن کئے۔ اور اس ضمن میں جو حوالہ ہے وہ ایسے لوگوں کا جو فیصل سے زیادہ سعودی دولت سے پیار کرتے اور عالم اسلام سے

(باقی ۷ پر)

طبی مشورے

سرتاپا درد

س : میری عمر قریباً ۶۵ برس ہے۔ کچھ عرصہ پہلے فالج ہوا تھا علاج کرایا تو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔ اب تقریباً دو سال سے مجھے پاؤں کے تلووں سے لے کر سر تک جسم کے ہر حصے میں درد رہتا ہے۔ نہانے پر اگلے دن سے دو تین دن تک درد میں اضافہ ہو جاتا ہے کافی علاج معالجہ کیا ہے، افاقہ نہیں ہوتا بلکہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کوئی مفید اور آسان نسخہ عنایت فرمائیں۔ شکریہ!

مولوی احمد یار۔ نوین آرائیں (رحیم یار خان)

ج : (۱) آپ روزانہ صبح سویرے ناشتہ سے پہلے ایک کپ نیم گرم پانی میں ایک چمچہ شہد خالص ملا کر پیا کریں۔

(۲) روغن زیتون کی ایک چمچی ہر روز دوپہر کے کھانے کے درمیان پیا کریں۔

(۳) روزانہ رات سوتے وقت گدی پر روغن زیتون کی مالش کیا کریں۔

اگر قبض کی شکایت ہے اور جوڑوں میں بھی درد ہوتا ہے تو نسخہ ذیل بنا لیں۔

۱۔ سورنجاں شیریں ۱ تولہ (۲) پوست ہلیلہ زرد ۱ تولہ (۳) صبر سقوطری ۱ تولہ۔ تینوں دوائیں باریک پیس کر ملا لیں۔ اور روزانہ سوتے وقت ۳ ماشہ دوائی دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

پھلبہری کا سستا علاج

س : میری اہلیہ کے چہرے پر سفید داغ پیدا ہو گئے ہیں جنہیں عوام برص یا پھلبہری کہتے ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی کارگر اور آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔ ہمارے خاندان میں یہ بیماری پہلی بار حملہ آور ہوئی ہے اہلیہ گم سم رہنے لگی ہے۔ سخت پریشان ہے۔ ہم غریب کسان ہیں۔ شہر سے دور ویرانے میں رہتے ہیں۔ لہٰذا نسخہ ہمارے حسب حال ہونا چاہیئے۔

عبدالستار، گوٹھ اکبر آباد
براستہ محراب پور (سندھ)

ج : لیجئے حسب حال سستا بلکہ وقت کا علاج پیش خدمت ہے۔ بھتوا جسے پنجابی میں باتھو کا ساگ کہتے اور جسے عموماً سرسوں کے ساگ میں ملا کر پکایا جاتا ہے سرسوں کے ساگ اور باتھو کے ساگ کا موسم قریباً شروع ہو چکا ہے آپ مریضہ کو دو مہینے متواتر صبح و شام باتھو کے ساگ کے سالن کے ساتھ روٹی کھلائیں۔ سالن میں نمک، ہلدی اور سیاہ مرچ شامل کریں۔ مچھلی ہرگز نہ کھلائیں انشاء اللہ صحت ہوگی۔

اگر اس کے ساتھ ہی چہرے پر لگانے کے لئے درج ذیل نسخہ استعمال کریں تو جلد صحت ہوگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۱) باپچی ۶ ماشہ (۲) نمک سفید ۶ ماشہ۔ دونوں چیزیں رات کو آدھ پاؤ پانی میں گھوٹ کر چہرے کے داغوں پر رات سوتے وقت لگا لیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ داغ جاتے رہیں گے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور —— فون رہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کی

سیرت و سوانح

خدام الدین

کے

"حضرت شیخ نمبر"

کی صورت میں

شائع ہو گئی ہے

ہدیہ ۱۸ روپے

راۓ ونڈ میں ہر بکسٹال سے طلب کریں

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹۱۵/۹/۶۷/۲۰۷۶-۹ D.D. مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۳۴/۲/۴۰-۱۵۴۱۰ مورخہ ۳ ۱۹۶۴ء